دینی ادارے کا نظم ونسق اور نظام تعلیم

مولانا عبدالغفار

اصل دولت قناعت کی ہے:......مدرسین کو اس دعا کا التزام رکھنا چاہیے "اللهم قنعني بما رزقتني" اے اللہ! جو کچھ تو نے عطا فرمایا اُس پر ہمیں قناعت عطا فرما۔ "والقناعة كنزٌ لايفنى"۔اللہ رب العالمین اگر کسی کو قناعت کی دولت دے دیں یہ اتنا بڑا خزانہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔آدمی کے پاس اگر خزانہ بھی آجائے لیکن دل میں حرص اور لالچ ہو آدمی محتاج ہی رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر ہماری نظر ہو"الغناء غنى النفس"اللہ تعالیٰ قلب کا غناء عطا فرمائے۔ جو کچھ آپ کو مہتمم صاحب دے رہے ہیں اسی میں اللہ رب العالمین برکت ڈال دیں گے۔یہ چھ باتیں وہ ہیں کہ ایک اچھے مدرسے میں مہتمم صاحب کو اور سربراہِ ادارہ کو ان کا خیال رکھنا چاہیئے۔

رکن دوم: مدرسین ادارہ

تدریس کی اہمیت اور فضیلت:......مدرسے میں دوسرے نمبر پر مدرسین ہوتے ہیں، ظاہر بات ہے یہ تدریس اللہ کے لئے ہے اور بہت بڑی عبادت ہے کوئی معمولی کام نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:"انّما بعثت معلّما"۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نسبت ہے کیونکہ آپ ﷺ معلّم تھے۔ہمارے لئے تدریس اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، کتنا اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ احسان ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔قرآن کریم کی اس آیت پر غور کریں:﴿لقد منّ الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً من انفسهم﴾ اللہ تعالیٰ احسان جتلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو غنی اور کریم رب ہے۔اللہ تعالیٰ نے کسی اور موقع پر مسلمانوں پر احسان نہیں جتلایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنا احسان جتلایا ہے اور احسان کس چیز کے ساتھ؟......کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس پیغمبر بھیجا ہے اور پیغمبر کا کام ہے:﴿يتلوا عليهم آيٰته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة﴾ کتنے عظیم پیغمبر! سید الانبیاء، سارے پیغمبروں کے سردار اور یہ کام اُن کے ذمے لگایا ہے، تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب وحکمت

اور تزکیہ نفوس، یہ تینوں پیغمبر علیہ السلام کے کام ہیں، تو مدرسین کی نسبت سے یہ کام بھی بہت عظیم ہیں۔ تلاوتِ آیات.... نورانی قاعدہ اور ناظرہ قرآن پڑھانا، تلاوتِ آیات کا مصداق ہے اور درس نظامی میں خواہ جس کتاب کی تدریس بھی ہو تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کا مصداق ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیغمبر علیہ السلام کے کتنے عظیم کام کے ساتھ جوڑا ہوا ہے یہ کتنی بڑی فضیلت والا کام ہے۔

مدرسین پر یہ بہت بڑا اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، شکر ادا کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ﴿لأزیدنکم﴾ میں وہ نعمت اور زیادہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر استقامت بھی عطا فرمائیں گے اور اس پر دلجمعی اور اطمینان وسکون بھی عطا فرمائیں گے، ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناقدری اور ناشکری کی وجہ سے ہم کسی حادثے، مجبوری اور تنگی کا شکار ہو جائیں اور اس وجہ سے اس تدریس کو چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں۔ اللہ مرتے دم تک اخلاص کے ساتھ ہمیں اس کے ساتھ وابستہ فرمائے۔ (آمین)

دوسری حدیث جو ابتدا میں ذکر کی ہے ذرا اُس پر غور کریں۔ ''إن الله '' اللہ بھی ''وملائکتہ'' اللہ کے معصوم فرشتے بھی ''و اھل السموات والارضین ''اور سارے آسمان والی مخلوق، ساری زمین والی مخلوق ''حتی النملة فی جحرھا'' یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور حتی الحوت فی الماء مچھلی سمندر میں ''لیصلّون علی معلّمی الناس الخیر'' لوگوں کو خیر اور علم سکھانے والے کے لئے دعا کرتی ہیں، خیر سکھلانے والا جو معلم ہے، اور جو مدرس ہے اس کے لئے یہ ساری چیزیں دعائیں کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ اُس پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام اور احسان ہے کہ اللہ نے مدرسین کو ان سب کی دعاؤں میں شامل کر دیا ہے۔

مدرس کے لئے پہلی چیز: اخلاص:......ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا قبلہ درست کر لیں۔ ہم اپنے اندر اخلاص پیدا کر لیں۔ ہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا رہے ہوں۔ یہ ہم سب کے لئے ضروری ہے ورنہ اگر اخلاص میں کوئی کمی آگئی، اس میں ہم نے کوئی کوتاہی کر لی تو یہی خدمت ہماری پکڑ اور ہماری گرفت کا باعث بن جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے تین بڑے بڑے اعمال کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک عمل تعلیم اور تدریس کا ہے۔ اس کی بھی رسول اللہ ﷺ نے مثال دی کہ جب اس میں اخلاص نہیں تھا، اخلاص میں کمی تھی تو اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ اوندھے منہ اس کو گھسیٹ کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت کرتے تو کانپ جایا کرتے تھے۔ اس لئے ایک مدرس کو سب سے پہلے اخلاص کی ضرورت ہے۔ مجھے بھی اور سب کو بھی اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائیں۔

دوسری چیز: مدرس اپنے کام سے کام رکھے:......مدرس جب ایک ادارے میں کام کر رہا ہے، ایک مدرسے میں کام کر رہا ہے۔ ظاہر بات ہے اس مدرسے میں کچھ اصول ہوں گے کچھ ضوابط ہوں گے جو مہتمم نے اور انتظامیہ نے بنائے ہوں گے،

تو مدرس کو چاہئے کہ مدرسے کے جتنے اصول وضوابط ہیں، ان کی پابندی کرے۔ اُس کے ذمے جو کام لگایا گیا ہے بس اپنے کام سے کام رکھے۔ اگر مہتمم نے کسی ذمہ داری کا اس کو مکلّف بنایا ہے، کوئی ذمہ داری اس کو سونپی ہے تو اس کا کام اپنی ذمہ داری تک ہے۔ لیکن اگر کوئی ذمہ داری اس کو نہیں سونپی تو پھر مہتمم کے کاموں میں اور ناظمین کے کاموں میں مداخلت نہ کرے، مہتمم اور ناظم کا اختیار اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ اُس مدرسے کے انتظام وانصرام پر تنقید نہ کرے۔ اگر کسی نظم میں کوئی غلط فہمی اس کو لگی ہے تو اتنا کرے کہ بس مہتمم کو مشورہ دے دے کہ حضرت یہ کام اگر اس طریقہ سے کرلیا جائے۔ مہتمم صاحب یا ناظم صاحب جو بھی ذمہ دار ہے اگر مان لے تو بہت اچھا نہیں تو یہ دل میں سوچے کہ یہ میری ذمہ داری نہیں ہے۔ میرے ذمے تو صرف تدریس ہے اگر اس نے انتظامیہ کی اور مہتمم صاحب کی اصلاح شروع کردی اور تنقید شروع کردی تو اس کی اصلاح تو نہیں ہوگی البتہ اختلاف ہوجائے گا اور جہاں آپس کے اندر اختلاف ہوجائے وہ ادارہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی مدرسے میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کام صحیح نہیں ہو رہا ہے تو آپ مشورہ دے سکتے ہیں، لیکن مشورے سے آگے مت جائیں اور جب مشورہ نہ مانا جائے تو پھر واویلا مت کریں اور پھر مشورہ بھی اس کو دیں کہ جو اس کا ذمہ دار ہے۔ جگہ جگہ دوسرے مدرسین کے سامنے بات کرنا ٹھیک نہیں ہے کہ بھئی دیکھو جی! یہاں مہتمم صاحب ایسا کرتے ہیں، ناظم صاحب ایسا کرتے ہیں۔ یہ تنقید بری بات ہے اور غیبت بھی ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ "لحوم العلماء مسمومة" یہ پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنا یہ تو ویسے بھی غیبت میں آتا ہے۔ یہ اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھانا ہے لیکن خصوصاً علماء کی غیبت یہ تو بڑا زہریلا گوشت ہوتا ہے۔ اس لئے مدرسے کی کامیابی یہ ہے کہ مدرس اس طرح کے مشورے مہتمم اور ناظم کے سامنے پیش کرے، جگہ جگہ دوسروں کے سامنے تنقید نہ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم مدرسے میں مشورے کو رواج دیں گے تو اس طرح کی ان شاء اللہ صورتیں پیش نہیں آئیں گی۔ لیکن اگر ایک دوسرے کے کاموں میں مداخلت شروع کردی، انتظام میں ٹانگ اڑانا شروع کردی، یہ اس کی ناکامی ہوگی، اس طرح سے یہ مدرس تدریس کی نعمت سے محروم ہوجائے گا اور پھر اگر آپس کے اندر اس طرح اختلاف چلتا رہا تو یہ ادارے کی کامیابی نہیں ہوگی بلکہ ادارے کی ناکامی ہوگی۔ ادارہ ایسے ترقی نہیں کرسکے گا۔

تیسری چیز: سبق کی تیاری:...... اور مدرس کی تیسرے نمبر پر جو اہم ذمہ داری ہے وہ اس کے سبق کی تیاری ہے۔ جو سبق اس کے حوالے کیا گیا ہے یہ مدرس کی منصبی ذمہ داری ہے کہ اُس میں پوری محنت، پوری کوشش کرے۔ وہ مطالعہ کرکے آئے اور جب خوب اس کو اپنے مطالعہ پر شرح صدر ہوجائے پھر آکر تدریس کرے، پھر آکر پڑھائے۔ مدرس کو چاہیے کہ اپنے مطالعہ کو مرتب کرے اور اس کے کے تین درجے قائم کرے۔

مطالعہ کے تین درجات:...... پہلا درجہ مطالعہ کا یہ ہے کہ مدرس کو چاہئے کہ وہ خود اس کتاب کو سمجھے، پہلا درجہ اس کے اپنے فہم کا ہے۔ جب اس کتاب کو، اُس سبق کو خوب سمجھ جائے تو اس کے بعد پھر مطالعہ کرے۔ دوسرا درجہ افہام کا ہے کہ

اب میں نے طلباء کو سمجھانا ہے تو سمجھانے والی باتیں کون کون سی ہیں....؟ مطالعہ کا تیسرا درجہ تسہیل کا ہے کہ سامنے کون سے طلباء ہیں، ہدایۃ النحو کے طلباء ہیں، قدوری کے طلباء ہیں۔ "کلموا الناس علی قدر عقولهم"۔ اگر ہدایۃ النحو والے طلباء ہیں تو کافیہ والی تقریر اُن کے سامنے نہ کرے۔ قدوری والے طلباء ہیں تو ہدایہ والی تقریر اُن کے سامنے نہ کرے۔ نحو میر والے طلباء ہیں ہدایۃ النحو اُن کو نہ پڑھائے۔ اوپر کے درجہ کی ساری باتیں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں گی۔ طالب علم اگر اپنے نصاب اور اپنے درجہ کی کتاب اچھی طرح سمجھ لے یہ بڑی غنیمت ہے۔

موبائل ہی کو لے لیں، سب سے بڑا لایعنی مشغلہ ہے۔ ضرورت اس کی کم ہے اور عام فیشن زیادہ بن گیا ہے۔ ہم خود غور کریں جب موبائل نہیں تھے، گزارہ تو ہو ہی رہا تھا، آپس میں رابطہ ہو جایا کرتا تھا لیکن اب بہت ساری ہماری صلاحیتیں، بہت سارا ہمارا قیمتی وقت ان موبائلوں اور دیگر لایعنی مشاغل میں ضائع ہو جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے جب صلاحیتیں اپنی جگہ پر استعمال نہ ہوں تو ضائع ہو جاتی ہیں۔ پہلے زمانے میں لوگوں کے قُویٰ مضبوط تھے، صلاحیتیں ماشاء اللہ بڑی مضبوط تھیں اور ذہن اُن کا بڑا قوی تھا۔ کیونکہ وہ لوگ ذہن زیادہ استعمال کیا کرتے تھے، اکثر باتیں زبانی یاد کیا کرتے تھے اور اللہ رب العالمین نے انسانوں کو ایسا بنایا ہے کہ انسان اپنے جسم کا جو عضو زیادہ استعمال کرے گا اس میں زیادہ قوت پیدا ہوگی۔ دیکھیں جو کام کرنے والے لوگ ہیں، جو کھیتوں وغیرہ میں کام کرتے ہیں اُن کے ہاتھوں میں قوت ہے کہ نہیں....؟ اگر زیادہ کام ہم دماغ سے لیں گے اور اپنے اسباق زبانی یاد کریں گے تو دماغ میں اللہ رب العالمین زیادہ قوت ڈال دیں گے، لیکن آج کل جو طلبہ ہمارے سامنے ہیں۔ ان کے قُویٰ میں کمزوری آگئی جب کمزوری آگئی تو یہ مدرس یہ سمجھے کہ اب میں نے ان کو کون کون سی باتیں سمجھانی ہیں، کس طریقے سے سمجھانی ہیں۔ اس مطالعے کو اچھی طرح مرتب کر لے، پہلی کون سی بات پھر دوسرے نمبر کون سی بات سمجھاؤں۔ تو مطالعہ پہلے اپنے فہم اور سمجھنے کے لئے کرے اور دوسری بار تفہیم یعنی طلبہ کو سمجھانے کے لئے، اسی درجہ میں وہ اپنے مطالعہ کو مرتب کر لے، پھر تیسری دفعہ مطالعہ کرے تسہیل کے لئے کہ یہ سبق کو جو تیار کیا ہے اور میں نے اس میں جو ترتیب قائم کی ہے اس پر غور کرے کہ اس کو آسان کس طریقہ سے سمجھایا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تین درجے اور تین مرتبہ جو مدرس مطالعہ کرے گا انشاء اللہ وہ مدرس کامیاب مدرس ہوگا اور اپنے مضمون پر پورا حاوی ہوگا۔

طلباء کو امانت سمجھیں:......اور یہ بات بھی مدرس کے پیشِ نظر ہو کہ یہ اہم کام اللہ رب العالمین مجھ سے لے رہے ہیں اور یہ طلباء میرے پاس آئے ہیں اور علم کی پیاس لے کر آئے ہیں۔ یہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت بھی ہیں اور بڑی امانت بھی ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ ہر طرح سے ہمدردی کرنی ہے، ہر طرح سے خیر خواہی کرنی ہے اور ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ ہمیں تاکید بھی فرما کر گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ ہمیں وصیت بھی کر گئے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہؓ سے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ"(لوگ تمہارے تابع ہوں گے)"وَاِنَّ رِجَالاً یَأْتُوْنَکُمْ مِّنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ فَاِذَا اَتَوْکُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَیْراً" کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں متبوع بنایا ہے دوسرے لوگوں کو دین میں تمہارے تابع بنایا ہے جب دوسرے لوگ تمہارے پاس مختلف اطراف واکناف سے آئیں گے دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے، دین سیکھنے کے لئے۔فاستوصوا بهم خیراً۔تو تم اُن کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو تم ان کے ساتھی اچھی طرح ہمدردی وخیر خواہی کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے واسطے سے مجھے اور آپ کو بھی یہ وصیت فرمائی ہوئی ہے کہ ہم ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں جب ہمیں اللہ رب العالمین نے اس منصب پر بٹھایا ہوا ہے اور یہ خدمت اللہ تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں تو ہم سب کو چاہئے کہ ان طلباء کی پوری خیر خواہی کریں، پوری ہمدردی کریں۔"الدین النصیحة "دین تو ویسے بھی نام ہی نصیحت کا ہے، تو طلبہ کے ساتھ سب سے بڑی ہمدردی دو چیزیں ہیں: ایک تعلیم اور دوسری تربیت۔ان کی تعلیم میں بھی اپنے آپ کو کھپانا ہے اور ان کی تربیت میں بھی اپنے آپ کو مصروف رکھنا ہے، یہ کام کھپانے کا ہے۔ہمہ وقتی کام ہے، کوئی جز وقتی کام نہیں ہے۔تو ان طلباء کو خوب مطالعہ کر کے پڑھایا جائے جب مطالعہ پر شرح صدر ہو جائے پھر پڑھایا جائے۔

چوتھی چیز: طلباء کی عملی تربیت:...... چوتھی اہم چیز جس کی رعایت رکھنا مدرسین پر ضروری ہے وہ طلباء کی تربیت ہے۔ جو دین ہم اِن کو پڑھا رہے ہیں، وہ دین اِن کو سکھلائیں۔دین سکھلانا اور دین پڑھانا یہ دونوں ہماری ذمہ داری ہے۔یہ نہیں کہ کتاب پڑھائی اور کتاب پڑھانے کے بعد استاد اور شاگرد کا تعلق ختم۔یہ دین سکھانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر وضو اور تیمّم کے مسائل پڑھا رہے ہیں تو اس کا مسنون طریقہ کار ان کو سمجھایا جائے، اگر کتاب الصلوٰۃ پڑھا رہے ہیں تو تھوڑی سی کوشش کر کے ہم ان کو سکھائیں کہ نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔سنت طریقے سے کس طرح نماز پڑھیں، نماز سکھائیں۔آپ یہ تجربہ کریں آپ کسی سے پوچھیں ہر طالب علم کو تیمّم کا طریقہ نہیں آئے گا۔اسی طرح ان کی نماز کو دیکھیں تو اس میں بھی کتنی غلطیاں ہوں گی ہم اگر اُن کو یہ نہ سکھائیں گے تو کون سکھائے گا....؟

اخلاقِ حسنہ کی تربیت:......اور سب سے بڑی جو چیز ہے یہ اخلاقِ حسنہ ہیں، اچھے اخلاق۔آج چونکہ پورے مسلمان معاشرے میں دین سے دوری ہے، لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اخلاقِ حسنہ نام اس کا ہے کہ ہنس کر کسی کے ساتھ بات کر دو، بس یہ اخلاقِ حسنہ ہیں، نہیں....! اصل اخلاق تو ہیں اندر والے، باطن کے اخلاق۔ہمارے اندر رضا بالقضاء ہو، ہمارے اندر تورّع ہو، ہمارے اندر شکر ہو، ہمارے اندر تواضع ہو، یہ اخلاقِ حسنہ ہیں اور تکبر، حسد، کینہ، جزع فزع، ریا، دکھلاوا، یہ سارے رذائل ہیں۔رذائل سے آدمی پاک ہو اور فضائل کے ساتھ وہ متصف ہو، یہ اخلاقِ حسنہ ہیں۔جب آدمی ان اخلاق کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی بات صحیح طریقے سے کرتا ہے، اور اس کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔یہ اخلاقِ حسنہ سکھانا یہ ہم مدرسین کی ذمہ داری ہے۔لیکن معذرت کے ساتھ کہ اس وقت

ہمارے اکثر مدارس میں بھی اس طرف توجہ نہیں ۔ ہم اس سے بالکل پیچھے ہٹے ہوئے ہیں حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ چوری چکاری، زنا، شراب اور جھوٹ جس طرح حرام ہیں اسی طرح حسد بھی حرام ہے، تکبر بھی حرام ہے، ریا بھی حرام ہے۔ پڑھانے کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کی طرف توجہ دینا اور ان کی عملی تربیت بھی ضروری ہے۔

اللہ والوں کی صحبت:......حضرات علماء کرام! یہ تب ہم سکھا سکیں گے جب مدرس خود ان اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف ہو۔ یہ چیزیں مدرس کے اندر آتی ہیں کسی اللہ والے کے ساتھ جڑنے سے، کسی کا دامن پکڑنے سے، کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرائض میں ویز کیھم بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کا تزکیہ کیا کرتے تھے۔ جس طرح کفر و شرک سے اُن کو پاک کرتے تھے، اسی طرح اخلاق رذیلہ سے بھی اُن کو پاک کرتے تھے۔ اپنے اکابر کو دیکھیے، کتنے بڑے بڑے اکابر ہیں، حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ حضرت بنوریؒ وغیرہ جتنے بھی بڑے اکابر ہیں، جس کا نام آپ لیں گے، یہ چیز ان میں ممتاز نظر آئے گی کہ انہوں نے اپنا تعلق کسی اللہ والے کے ساتھ جوڑا ہوا تھا، کسی سے بیعت تھے۔ ہر مدرس کے لئے ضروری ہے کہ کسی متبع سنت شیخ سے بیعت ہو اور بیعت صرف نام کے لئے نہ ہو بلکہ مقصد کے لئے ہو اور اس کا مقصد تزکیہ نفس ہے جب خود ہمارا تزکیہ ہوگا تب ہم طلبہ کی اخلاقی تربیت کر سکیں گے طلبہ کو سکھا سکیں گے۔ مفتی محمود الحسن صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ ہم معلّم بھی ہیں اور مربی بھی ہیں، لیکن مربی کے لئے سب سے پہلے مربہ (مربّی) بننا پڑتا کہ ہم بھی تو تربیت یافتہ ہوں جب ہم تربیت یافتہ ہوں گے تو ہم ان کی صحیح تربیت کر سکیں گے۔

حضرات علمائے کرام کو تزکیہ نفس کی طرف بھی توجہ فرمانی چاہیے۔ جنہوں نے اپنا بیعت کا تعلق کسی کے ساتھ جوڑا ہوا ہے، کسی کے دامن کے ساتھ وابستہ ہیں، اللہ رب العالمین استقامت کے ساتھ انہیں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اگر نہیں ہے تو وہ اس طرف بھی ضرور توجہ دیں اور کسی شیخ سے بیعت ہوں۔ مدرسہ ترقی تب کرے گا، حقیقی ترقی اور نورانیت اس میں تب آئے گی جب اس میں تزکیہ نفس کا کام ہوگا۔ تزکیہ نہیں ہوگا تو وہ مدرسہ حقیقی ترقی نہیں کر سکتا۔

رکنِ سوم: طلباء:......سب سے بڑا سرمایہ اور سب سے بڑی امانت طلباء ہیں:

تیسری چیز مدرسے میں طلباء ہوتے ہیں۔ یہ طلباء ہمارا اور مدرسے کا بڑا سرمایہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اگر یہ طلباء نہیں ہوں گے ہم نہیں پڑھا سکیں گے، ہم استاد کہلائے جانے کے مستحق نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ رب العالمین کی نعمت بھی ہے اور ایک امانت بھی ہے۔ تو جیسے مدرسے میں کئی چیزیں ہمارے پاس امانت ہوتی ہیں، مطبخ میں کوئی چیز پکانے کے لئے آئی وہ امانت، کتاب مدرسے کے لئے کسی نے دی وہ امانت، مدرسے کا پیسہ آیا وہ امانت۔ تو جس طرح مدرسے کی یہ چیزیں امانت ہیں ان میں سب سے بڑی امانت ہمارے پاس طلباء ہیں۔ اگر باقی چیزوں میں امانت کا حق ہم ادا کر رہے ہیں، ان میں ہم احتیاط کر رہے ہیں لیکن ان طلباء کے حق میں ہم احتیاط نہیں کر رہے، ان کی تعلیم و تربیت کا ہم

خیال نہیں کر رہے بغیر مطالعہ کے ان کو پڑھا رہے ہیں، پوری توجہ اور محنت سے ان کو نہیں پڑھا رہے، ان کی عملی تربیت کی طرف ہماری توجہ نہیں ہے، ان کو اچھا بنانے کی ہمیں فکر نہیں ہے تو ہم بے احتیاطی کر رہے ہیں، امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں ضرور سوچنا چاہیئے کہ قوم نے اپنے جگر گوشے ہمارے حوالے کیئے ہیں، ایک مقصد کے لئے ہمارے حوالے کیئے ہیں۔ ہم پوری کوشش کریں کہ ان کو علم پڑھائیں اور ساتھ ساتھ ان کو دین سکھائیں اور انہیں بنانے کی پوری کوشش کریں، اس میں ہم پوری احتیاط کریں گے تو انشاء اللہ العزیز ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہوں گے اور واللہ! اگر ہمارا اِن طلباء کے ساتھ اخلاص اور ہمدردی والا رویہ ہوگا، تو اللہ رب العالمین اس علم کو ہماری اولاد میں لے آئیں گے، ہمارے گھروں میں لے آئیں گے، اللہ رب العالمین اس کی برکت سے، اِن طلباء کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کی برکت سے ہمارے کاموں کو اللہ رب العالمین سیدھا کریں گے اور ہمیں دنیوی پریشانیوں سے بچائے رکھیں گے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ان طلبہ کی خدمت کی برکت سے اللہ رب العالمین کئی پریشانیوں اور بیماریوں سے بچائے رکھتے ہیں۔ جب چھٹیاں ہوتی ہیں ان کی خدمت نہیں ہو رہی ہوتی تو بعض اوقات چھٹیوں میں کوئی نہ کوئی بیماری آجاتی ہے۔

طلباء کے لئے کن چیزوں کی رعایت ضروری ہے

پہلی چیز: طلبہ کو علمی ماحول فراہم کرنا اور مطالعہ و تکرار کا نظم قائم کرنا: ......ان طلبہ کا پہلا حق ہم پر یہ ہے کہ ہم انہیں مدرسے کے اندر علمی ماحول دیں۔ سبق اِن کو محنت کے ساتھ پڑھائیں اور پھر ان کو مطالعہ کا ماحول دیں، سبق پڑھانے کے بعد اس کے مذاکرے کی، اس کی تکرار کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم ایسا ماحول ان کو دے دیں جس میں وہ مطالعہ اور تکرار کا اہتمام کرسکیں۔ مدرسے کا ایک نظم بنادیں کہ فلاں وقت مطالعہ ہوگا، فلاں وقت تکرار ہوگا جو مناسب وقت بھی مشورہ سے طے کرلیا جائے۔ اگر مدرسے میں دوپہر تک تعلیم ہوتی ہے، کلاسیں ہوتی ہیں تو پھر ظہر کے بعد تکرار ہو، مغرب کے بعد اجتماعی مطالعہ ہو۔ اگر ظہر کے بعد بھی تعلیم اور کلاسیں ہوتی ہیں تو پھر مغرب کے بعد مطالعہ اور پھر عشاء کے بعد تکرار۔ یہ مطالعہ اور تکرار کا اور علمی ماحول فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ اِن طلباء کا ہم پر بنیادی حق ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں اور اسلاف سے یہ جو عظیم ورثہ اور امانت ہم تک پہنچی ہے۔ اسلوب اس کا یہ ہے کہ طالب علم اگلے سبق کا مطالعہ کرتا ہے اور مطالعہ طالب علم کے لئے کتنا مفید ہے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ طالب علم کی استعداد اس سے بنتی ہے اور بڑھتی ہے۔ ہم ان کو مطالعہ والا ماحول دیں۔ باقاعدہ اساتذہ کرام کی نگرانی میں مطالعہ ہو اور پھر اس کے بعد اساتذہ کرام کی نگرانی میں تکرار ہو۔ یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: جو طالب علم پہلے درجے میں مطالعہ تیار کرلے دوسرے درجے میں استاد کے سبق کو سمجھ لے اور تیسرے درجے میں اُس سمجھے ہوئے سبق کا تکرار کرے، یہ کامیاب طالب علم ہے، یہ اچھا اور راسخ علم والا عالم اور مدرس بنے گا۔ ہم یہ ماحول تو دیں۔ اِس دور میں طلباء کو آزاد ماحول میں اپنی مرضی پر چھوڑ دینا بالکل مناسب نہیں ہے۔ آپ حضرات کام کر رہے ہیں،

آپ کے سامنے ہے کہ طلبہ کو اپنے مقصد سے ہٹانے کے لئے موبائل، نیٹ اور کرکٹ جیسے فضول اور لایعنی کتنے مشاغل ہیں، سب اس کو جانتے ہیں۔ یہ پرانا دور نہیں ہے جس میں ذوق وشوق ہوتا تھا۔ اس وقت اس طرح کا ماحول نہیں تھا، تو اس نظم کی ضرورت نہیں تھی ہر ایک اپنے شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا، اپنے شوق سے تکرار کرتے تھے۔ بُو اخفش والا واقعہ سب کو معلوم ہے، بکری کو تکرار کراتے تھے۔ تو ہمارے اس دور میں چونکہ باہر کا ماحول بدل گیا ہے، کہتے ہیں ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جب یہ ضرورت پیش آئی تو ہمارے اکابر نے مطالعہ وتکرار کا یہ ماحول قائم کیا۔ اس لئے ہمارے مدارس میں اجتماعی ماحول مطالعہ کا ہو، اجتماعی ماحول تکرار کا ہو اور اساتذہ کرام کی نگرانی میں ہو۔

طلباء کو مطالعہ اور تکرار کی اہمیت کا احساس دلایا جائے:...... ساتھ ساتھ یہ کہ مطالعہ کا طریقہ بھی ان کو بتایا جائے۔ مطالعہ کا فائدہ ان کو بتایا جائے کہ ان کو اس سے فائدہ کیا ہوگا، تکرار کا فائدہ کیا ہوگا۔ اس کی ترغیب دی جائے اور فائدہ آپ بتائیں گے۔ ہر طالب علم اپنے فائدے کا حریص ہوتا ہے، جب اس کو فائدہ معلوم ہوگا اور ساتھ ساتھ انہیں ترغیب اور شوق دلائیں گے تو طالب علم اس کو بڑی آسانی سے قبول کریں گے اور ترغیب اور شوق دلانے کے لئے فضیلت کے طور پر اُن کے دل ودماغ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ڈالیں "تدارس العلم ساعة خير من احيائها" یہ تو تہجد سے بھی بہتر ہے، مطالعہ اور تکرار بڑی عبادت ہے۔ جب آپ اس طرح کی باتیں بتائیں گے اور اس طرح کا ماحول ان کو دیں گے ان شاء اللہ یقیناً وہ طالبعلم اپنے مقصد میں لگے رہیں گے، اور وہ مثالی اور اچھے طالب علم بنیں گے۔ آپ کے مدرسے کا نظم ونسق اچھا ہوگا، مثالی ہوگا۔

دوسری چیز: وقت کا تحفظ اور وقت کی قدر وقیمت سے ان کو آگاہ کرنا:...... اس کے ساتھ ساتھ ان کے وقت کا تحفظ کریں۔ اگر ہم اِن طلباء کو تعلیم کے علاوہ اور کاموں میں لگائیں، اور ان کو جلسے جلوسوں میں شامل کریں، ان کے ہاتھوں میں جھنڈے دیں، ان سے نعرے لگوائیں۔ تو یہ طلبہ کے ساتھ خیانت ہے۔ اگر سبق کا وقت نہیں ہے، تعلیم کا وقت نہیں ہے تو اور بات ہے، لیکن سبق کا وقت اور تعلیم کا وقت ہو اور ہم کسی اور کام میں ان کو لگائیں گے تو یہ اچھی بات نہیں ہوگی۔ ہم اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اچھا مدرسہ اور مثالی مدرسہ وہ کہلاتا ہے جس نے طلباء کو ایک علمی ماحول دیا ہوا ہو۔ اور پھر ان طلباء کے اوقات کی حفاظت بھی ہو رہی ہو، ایسا مدرسہ ترقی کرے گا۔ پھر دیکھیں طلبہ کا ایک مزاج ہوتا ہے کہ آپ جتنا زیادہ تعلیم کا ماحول ان کو دیں گے ان کے وقت کی حفاظت کریں گے، اتنا زیادہ اس مدرسہ کی طرف ان کا رُخ ہوگا، یہ طلبہ اشتہار ہوتے ہیں، یہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں فلاں مدرسہ میں جائیں گے، فلاں مدرسہ میں ماشاء اللہ اچھی تعلیم ہے۔

جامعہ فریدیہ میں طلبہ کا کتنا رش ہوتا تھا کہ کمروں کے اندر رہنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی اور گرمی سردی میں ہمیں خیمے لگانے پڑتے تھے طلبہ ان خیموں میں رہا کرتے تھے۔ ہمارے کئی مدارس میں اچھی تعلیم ہوتی ہے لیکن کمی ہے تو ماحول کی۔ وہاں ہم نے ان کو ماحول دیا ہوا ہے، اس وجہ سے طلباء کا رجوع ہے۔ ابھی بھی الحمد للہ طلباء کا بہت رجوع ہے، ہمارے

پاس تو اتنی گنجائش نہیں ہے اور پہلی طرح کے حالات نہیں ہیں کہ ہم خیمے لگائیں۔ اس وجہ سے ہم سب کو داخلہ نہیں دے پاتے ورنہ آدھے بلکہ آدھے سے بھی زیادہ طلباء ہمیں واپس کرنے پڑتے ہیں۔

تیسری چیز: تعلیمی نظم و نسق:...... تعلیم کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے اصول وضوابط وضع کئے جائیں، ظاہر بات ہے کچھ نہ کچھ اصول تو ہر ادارے میں ہوتے ہیں۔ ان اصول وضوابط کی خوب رعایت ہونی چاہئے اور ان پر عمل ہونا چاہیے۔

طالب علم کی اہلیت کے مطابق درجہ تجویز کیا جائے:...... ہمارے مدارس میں جو طلباء آتے ہیں ایک استعداد کے حامل نہیں ہوتے، مختلف ان کی استعدادیں ہوتی ہیں۔ تو جس طرح کی استعداد والے طلباء ہمارے مدرسوں میں آرہے ہیں، ہم اُن کو اسی درجہ کے لئے لیں۔ ہم ایک عرصے سے کام کررہے ہیں۔ مجھے مدارس کا تھوڑا بہت حال معلوم ہے کہ ہمارے مدرسوں میں ابتدائی درجات کے لئے کئی ایسے طلباء آتے ہیں ان بے چاروں کو لکھنا نہیں آتا، املاء ان کا ٹھیک نہیں ہوتی، وہ سن کر کچھ نہیں لکھ سکتے اور ہم ان کو اولیٰ میں بٹھا دیتے ہیں۔ میں آپ کو اپنے ہاں کا حال بتاتا ہوں پہلے ہمارے ہاں مدرسہ میں متوسطہ ہوتا تھا۔ اب تو متوسطہ والی ترتیب نہیں رہی بلکہ اب تو ہم فیڈرل بورڈ کا نصاب پڑھاتے ہیں اور اس کے ساتھ کچھ اپنی درس نظامی کی کتابیں شامل کی ہوئی ہیں، تو پہلے ہم یہ کرتے تھے کہ ایک کمزور طالب علم جس بے چارے نے ابھی تک قلم نہیں پکڑا ہوتا تھا اس کی لکھائی پڑھائی میں بنیاد نہیں ہوتی تھی ہم اس کو متوسطہ دوم میں یا متوسطہ سوم میں بٹھا لیتے تھے، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ طالب علم بڑی مشکل سے چلتا تھا اور پریشان ہوتا تھا۔ طالب علم جب سبق نہ سمجھے تو یہ تعلیم اور سبق اُس کے لئے سب سے بڑا بوجھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر سبق اس کی سمجھ میں آرہا ہے، فائدہ اس کو ہو رہا ہے تو پھر اس کو بھی اطمینان ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کچھ نہ کچھ فائدہ ہو رہا ہے وہ مدرسہ میں پڑھتا رہتا ہے۔

طالب علم کی بنیاد کو مضبوط بنایا جائے:...... جس وقت ہمارے پاس طالب علم کی بنیاد بنانے کے لئے پرائمری کی ترتیب نہیں ہوتی تھی اور ہمارے پاس پرائمری کے استعداد والے طلباء آتے تھے، تو ہمیں ان کے لئے پرائمری (ابتدائیہ) شروع کرنا پڑا تا کہ ان کی کچھ استعداد بن جائے اور آگے ان کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اب ہم کوشش کرتے ہیں کہ درجہ حفظ کے لئے ایسے طالب علم لیں جن کو کچھ نہ کچھ لکھنا پڑھنا آتا ہوتا کہ حافظ بننے کے بعد انہیں لکھائی پڑھائی میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، ایک گھنٹہ ان کو سکول پڑھاتے ہیں۔ اور سکول کی ساری کتابیں تو پڑھا نہیں سکتے صرف تین مضمون پڑھاتے ہیں۔ اردو، ریاضی اور انگریزی۔ اس سے ان کی بنیاد کچھ نہ کچھ بہتر ہوتی رہتی ہے۔ پھر اگر بنیاد ان کی بہتر ہو جائے تو ہم ان کو چھٹی یا ساتویں کے لیے لیتے ہیں، اور اگر بنیاد کمزور ہوتی ہے تو پھر ہم نے ابتدائیہ (پرائمری) کا درجہ رکھا ہوا ہے۔ یہ سب ترتیب اس لئے اختیار کی ہوئی ہے کہ طالب علم میں کچھ اہلیت پیدا ہو جائے اور اس کی کچھ بنیاد بن جائے تا کہ درس نظامی میں ان کا چلنا آسان ہو۔

میری گذارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے مدرسے میں ایک ترتیب بنالیں، ایک نظم بنالیں جس طالب علم کی جو

اہلیت ہے اُسی درجہ میں اس کو داخل کریں۔ یہ تعلیمی نظم ونسق ہے۔

چوتھی چیز: حاضری پر خصوصی توجہ:......مطالعہ اور تکرار کا اچھا اور مضبوط نظم قائم کرنے کے بعد اسباق میں طلبہ کو بھرپور توجہ دینے کی طرف راغب کیا جائے اور سبق سے طالب علم کی غیر حاضری کو سخت جرم قرار دیا جائے۔ طلباء کو یہ بتائیں کہ یہ سبق کتنا اہم ہے، غیر حاضری کتنی نقصان دِہ ہے۔ آپ طلباء کو اگر بتائیں گے، ان کو سبق میں حاضری کی ترغیب دیں گے تو طالب علم غیر حاضری نہیں کرے گا۔ اُس کو فضائل سنائیں، علم کے فضائل، پابندی کے فضائل۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خیر الاعمال أدومها وإن قل" کہ پابندی کے ساتھ پڑھا جانے والا سبق بڑی فضیلت کا حامل ہوتا ہے۔ ان کو اپنے اکابر اور بزرگوں کے واقعات سنائیں کہ غیر حاضری میں بے برکتی ہوتی ہے، نحوست ہوتی ہے، اور اگر یہ بے برکتی زیادہ ہوگئی تو طالب علم علم سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو طالب علم مسلسل حاضر رہتا ہے اور اسباق کی پابندی کرتا ہے، آپ اس کی حوصلہ افزائی کریں، ان کو انعام دیں۔ آپس میں مسابقہ کا ماحول مدرسہ میں بنائیں۔ اگر کوئی طالب علم سبق کی پابندی نہیں کر رہا ہے تھوڑی بہت اس کو تنبیہ کریں۔ انشاء اللہ مدرسہ معیاری ہوگا، تعلیم اس کی اچھی ہوگی اور اس کا معیار تعلیم بلند ہوگا۔ کیونکہ اگر آپ نے باقی سارے وسائل مدرسے کے لئے مہیا کر دیئے ہیں لیکن اندر کھوکھلا نظام ہے، تو جو طالب علم آئے گا وہ مطمئن نہیں ہوگا کیونکہ آج کل مدارس میں آزاد اور اپنی مرضی کا ماحول کامیاب نہیں رہا۔

پانچویں چیز: امتحانات کا مضبوط نظام:......امتحان سے ظاہر بات ہے صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے، صلاحیتیں بڑھتی ہیں۔ امتحان کا ایک مضبوط سسٹم قائم کریں۔ اس کے لئے عصری اداروں میں جو امتحانی قواعد وضوابط ہیں ان کو دیکھا جائے اور جو ہمارے مدرسہ کے لئے مناسب ہو سکتے ہیں انہیں اپنائیں، وفاق کے امتحانی ضابطوں کو بھی لیا جاسکتا ہے تا کہ امتحان کا نظم بہتر ہو اور امتحان میں جس طالب علم کے ممتاز نمبر ہوں، اول دوم اور سوم ہوں ان کو انعام دیں۔ اس سے طلباء کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

چھٹی چیز: اجتماعی تعلیم:......ان سب کے ساتھ مدرسہ میں اجتماعی تعلیم ہو جس میں ترغیبی اور تربیتی باتیں اور واقعات سنائے جائیں۔ ہمارے مدارس میں اخلاقی تربیت اور عمل کی بہت کمی ہے، اجتماعی تعلیم سے کچھ نہ کچھ اس کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

فضائل کی تعلیم:......اخلاقیات کی باتیں احادیث میں بکثرت ہیں اور محدثین نے کتب حدیث میں اخلاقیات کی احادیث جمع کی ہوئی ہیں۔ اس طرح کے کئی ابواب باندھے ہیں، لیکن جب وہاں تک پہنچتے ہیں تو وقت تھوڑا ہوتا ہے اور پھر حدثنا ہی چلتا ہے یا مشکوۃ میں صرف ترجمہ پر اکتفا ہوتا ہے اور اخلاقیات کو اختیار کرنے اور ان کو سنوارنے کی بات کم ہی ہوتی ہے۔ اس لئے مدرسہ میں اجتماعی تعلیم ہو، اس تعلیم میں طلباء کو فضائل سنائیں، فضائل کے ساتھ ساتھ آداب سنائیں کہ آپ کو علم کس طریقے سے آئے گا۔ کتابوں کے آداب، اساتذہ کے آداب، علم کے جتنے ذرائع ہیں، اس کے آداب،

درس گاہ کے آداب۔کوئی بھی وقت طے کرلیا جائے۔اس وقت ان کے سامنے اجتماعی تعلیم ہو۔

آدابِ معاشرت کی تعلیم:......معاشرت کے آداب سنائیں۔حضرت تھانویؒ کی کتاب ''آداب معاشرت'' ماشاء اللہ بہت عمدہ اور لاجواب کتاب ہے۔ہم میں سے ہر ایک کو خود پڑھنی بھی چاہئے، اپنے گھر کے اندر بھی رکھنی چاہئے، اپنے بچوں کو بھی یہ پڑھانی چاہئے اور اپنے پیارے طلباء کو بھی بار بار سنانا چاہیے۔جب انسان ایک بات کو بار بار سنتا ہے، تو غیر شعوری طور پر وہ اس کے دماغ میں جاگزین ہوتی ہے۔اور اللہ رب العالمین عمل کی بھی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

سنتِ نبوی کی تعلیم:......سنت نبوی کی بھی اجتماعی تعلیم کا نظم ہو۔مشورے کے ساتھ کوئی بھی اچھی کتاب منتخب کرلی جائے۔''اسوۂ رسول اکرم ﷺ'' حضرت ڈاکٹر عارفیؒ کی کتاب بڑی بہترین ہے۔رسول اللہ ﷺ کی چوبیس گھنٹے والی زندگی کے سارے اعمال اور دعائیں ان طلباء کو سنائی جائیں۔خود مطالعہ کریں، ہم جب مطالعہ کریں گے ہمیں بھی اللہ رب العالمین عمل کی توفیق عطا فرمائیں گے اور طلباء کو سنائیں گے تو ان کو عمل کی توفیق بھی عطا فرمائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی ان باتوں سے خیر بھی آئے گی، برکت بھی آئے گی اور ساتھ ساتھ تربیتی فائدہ بھی ہوگا اور جب ان کو اپنے عمل میں اختیار کریں گے تو عمل میں نورانیت آئے گی۔

ساتویں چیز: تقویٰ کا اہتمام:......یہ علم کا کام بڑی ریاضت والا کام ہے، بڑی محنت والا کام ہے۔طلباء کو ہم محنت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، ان کو ابھارتے ہیں اور ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن علم صرف ریاضت اور محنت سے نہیں آتا اس کے ساتھ ساتھ تعلق مع اللہ بڑا ضروری ہے، تقویٰ بڑا ضروری ہے۔طالب علم جب تقویٰ کو اختیار کرے گا تو تعلیم میں بھی اس کو بہت فائدہ ہوگا۔اس لئے اس پر بطورِ خاص نظر رہے۔ہم خود بھی تعلق مع اللہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں، طلباء کے اندر بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔یہی اصل چیز ہے۔

اصل چیز عمل ہے:......علم کے دو حرف ہمارے کام نہیں آئیں گے۔معلومات اگر ہمیں زیادہ حاصل ہوگئیں، مسائل اگر ہمیں زیادہ معلوم ہو گئے، لیکن ان پر عمل نہ ہوا تو یہ ہمارے کام نہیں آئیں گے، اصل تو عمل ہے، اصل تعلق مع اللہ ہے اور یہ تعلق کسی اللہ والے کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنے سے آئے گا، بہر حال ہمیں چاہیے کہ طلبہ میں تعلق مع اللہ اور تقویٰ کو پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ان کی اصلاح کے لئے ہماری یہ روک ٹوک جاری رہنی چاہئے۔جس استاد کے دل میں اللہ رب العالمین درد پیدا کر دیتے ہیں، اس کے دل میں کڑھن ہوتی ہے طلباء کو بنانے کی، پھر وہ طلباء کو ہر بری عادت اور برے عمل سے روکتا ہے کہ دیکھو آپ جگہ جگہ تھوک رہے ہیں یہ عادت اچھی نہیں ہے۔دیکھو آپ نے سلام نہیں کیا، سلام کرنا چاہئے۔بھئی یہ دیکھو ناخن آپ کے بڑھے ہوئے ہیں۔اسی طرح صفائی سے متعلق باتیں ان کو بتاتا ہے اور سکھاتا ہے۔اللہ رب العالمین ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

☆......☆......☆